جدید فلاسفہ سیریز

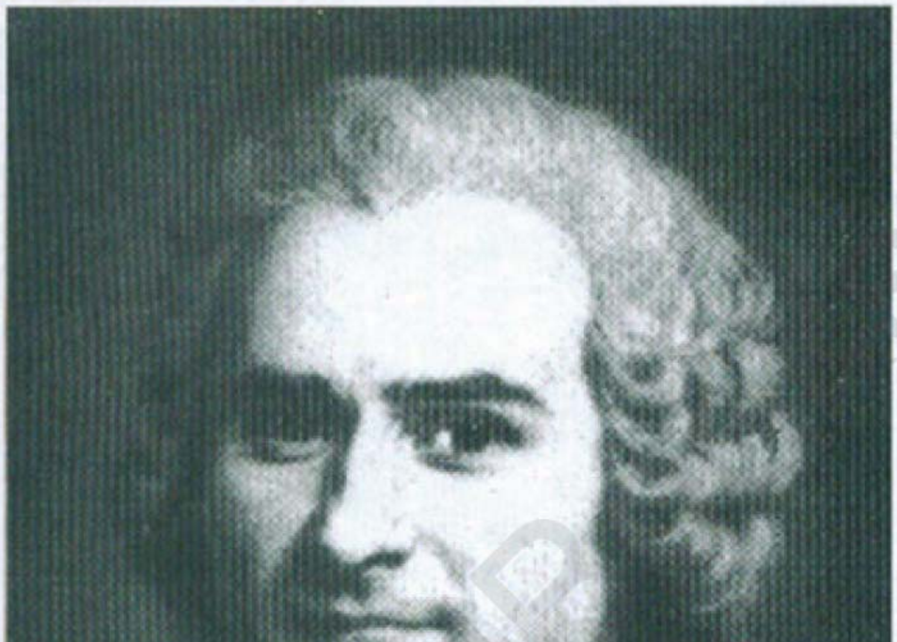

روسو

(یورپی روشن خیالی کا نمائندہ)

قاضی جاوید

مشعل

روسو

قاضی جاوید

مشعل
آر- بی 5 ' سیکنڈ فلور' عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن' لاہور54600' پاکستان

MashalBooks.org

روسو

قاضی جاوید

کاپی رائٹ اردو (c) 2001 مشعل بکس

پہلی اشاعت 2001

ناشر: مشعل بکس
آر-بی-5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور-54600، پاکستان
فون و فیکس: 042-35866859
Email: mashbks@brain.net.pk
http:/www.mashalbooks.org

MashalBooks.org

انتساب

محترم پروفیسر فتح محمد ملک کے نام

MashalBooks.org

MashalBooks.org

پہلی بات

جدید ذہن اور شعور کی تشکیل میں اٹھارہویں صدی کے فرانسیسی مفکر ژاں ژاک روسو نے نمایاں کردار ادا کیا ہے- اس کتاب میں اس کی زندگی اور نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے-

ایہ ابتدائی نوعیت کی مختصر کتاب ''جدید ذہن کے معمار'' سیریز کا حصہ ہے اور ان لوگوں کے لکھی گئی ہے جو روسو کے بارے میں بنیادی معلومات اور اس کے نظریات سے عمومی آگاہی میں دلچسپی رکھتے ہیں-اس کی تیاری میں روسو کو اپنی تحریروں سے مدد لی گئی ہے، تاہم اس کے حالات زندگی اور بنیادی تصوریات کی وضاحت کے لیے جان مورلے کی دوجلدوں پر مشتمل کتاب ''روسو'' راجر ڈی ماسٹرز کی تصنیف ''روسو'' جے ایچ-بروم کی کتاب ''روسو، اس کی فکر کا ایک مطالعہ'' اور ہنری لارڈ بروگھم کے مضامین پر زیادہ انحصار کیا گیا ہے- جان مورلے کی کتاب کا پہلا ایڈیشن 1873ء میں لندن سے شائع ہوا تھا - میرے زیرمطالعہ اس کتاب کا میکملن اینڈ کمپنی، لندن کی طرف سے شائع ہونے والا 1905ء کا ایڈیشن رہا- بروم کی کتاب 1963ء می ایڈورڈ آرنلڈ (پبلشرز) لمیٹڈ نے لندن سے شائع کی- راجر ڈی ماسٹرز کی مذکورہ تصنیف پرنسٹن یونیورسٹی پریس کی طرف سے 1968ء میں منظرعام پر آئی جبکہ ہنری لارڈ بروگھم کے مضامین اس کی کلیات کی دوسری جلد میں شامل ہیں- دوسری جلد کا عنوان ''جارج سوم کے عہد کے مصنفین'' ہے-

میں ''مشعل'' کا ممنون ہوں جس نے یہ سیریز لکھنے کا موقع دیا اور ڈاکٹر انیس ناگی صاحب کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کتاب میں استعمال ہونے والے اکثر فرانسیسی ناموں کو تلفظ سمجھایا-

MashalBooks.org

قاضی جاوید

21 نومبر 2001ء

MashalBooks.org

فہرست

1-	تعارف	7
2-	ابتدائی زندگی	14
3-	شباب اور بگاڑ	19
4-	زندگی کی جدوجہد	25
5-	بت دہقان	33
6-	دوسرا مقالہ	46
7-	محبوب شہر اور والتیئر	52
9-	رومان اور ناول	59
10-	معاہدہ عمرانی	69
11-	ریاست اور مذہب	77
12-	تعلیم وتربیت	83
13-	جلاوطنی کے دن	90
14-	آخری سال	98

MashalBooks.org

MashalBooks.org

تعارف

ژاں ژاں روسو اپنے دامن میں گہری اور دوررس تبدیلیاں لے کر آنے والی اٹھارہویں صدی کا نمائندہ فلسفی اور ادیب ہے۔ اس کی عظمت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اس کی تحریریں ایک عہد کے زوال اور تاریخ کے ایک نئے دور کے آغاز کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ہم یہ نہیں کہیں گے کہ روسو نے جو خیالات پیش کئے، وہ مکمل طور پر اچھوتے تھے۔ خیالات کسی پراسرار دنیا سے نازل نہیں ہوا کرتے جس کو غالب نے ''عالم غیب'' کا نام دیا ہے۔ زندگی کے بدلتے ہوئے سانچوں کے ساتھ ساتھ خیالات رفتہ رفتہ ارتقا پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ روسو سے مخصوص کئے جانے والے خیالات، قدرے مختلف صورتوں اور بدلے ہوئے سیاق وسباق میں پہلے ہی منظر عام پر آ رہے تھے اور اس کے بعض معاصرین بھی ملتے جلتے خیالات پیش کر رہے تھے۔ پھر بھی فرانس سے تعلق رکھنے والے اس فلسفی کے خیالات کی وضاحت اور ان کے اثر و رسوخ کے باعث ہم کہہ سکتے ہیں کہ روسو مغرب میں کلاسیکیت کے خاتمے کی تجسیم ہے۔ علاوہ ازیں سیاست اور مذہب کے شعبوں میں وہ ریاست اور کلیسا کے حقوق سے متعلق قرون وسطیٰ کے نظریات کے خاتمے کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے سیاسی نظریات قرون وسطی میں جڑیں رکھنے والے خیالات کو رد کر کے ریاست کے جدید تصورات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ مذہب، کلیسا، ادب، مملکت اور سماج میں خارجی پابندیوں کی گرفت کو نرم کرنے کے درپے تھا۔ ماضی کے بارے میں اس کا انداز فکر مجموعی طور پر نئے انقلابی رویے مرتب کرتا ہے۔

دوسری طرف وہ انفرادی زندگی اور شخصی آزادی میں جذباتی شرکت کی دعوت دیتا ہے جو رومانیت کا امتیازی پہلو ہے۔ وہ خارج سے نافذ ہونے والی کسی حاکمیت کے خلاف آزادی کا علمبردار ہے۔ خارجی نظم وضبط کے خلاف وہ فطری اضطراری رجحان کو مضبوط دیکھنے کا خواہاں تھا اور سماجی رواجوں کے خلاف فرد کے احساسات کی تائید کرتا تھا۔ ان کو اس نے

''ضمیر'' کا نام دیا۔

روسو کی موجودہ شہرت کا زیادہ تر انحصار اس کی کتاب ''معاہدہ عمرانی'' پر ہے۔ یہ کتاب ان اصولوں کی جستجو پر مبنی ہے جن کو کسی سماج کی جائز بنیاد ہونا چاہئے۔ وہ سوال اٹھاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے کہ فطرت نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے مگر جدھر دیکھو وہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دکھائی دیتا ہے؟ انسان کی غلامی میں سماج نے زیادہ حصہ لیا ہے۔ وہ غلامی کی زنجیریں تیار کرنے والے سماج کے خلاف بغاوت کا درس دیتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ عالم فطرت کے مقابلے میں سماج کا جواز بس یہ ہے کہ انسان جو فطری طور پر آزاد ہیں، وہ سلامتی اور اپنے آپ کو بہتر بنانے کی خاطر کسی سماجی معاہدے پر رضا مند ہو جائیں۔ روسو کے نظریے کی رو سے ہر وہ حکومت ناجائز قرار پاتی ہے جو آمرانہ ہے اور عوام کی مرضی کے بغیر وجود میں آئی ہے۔ وہ ایک ایسے سماج اور سیاسی نظام کی تمنا کرتا ہے جو انسانوں کو ویسی ہی آزادی کی ضمانت دے جو ان کو عام فطرت میں میسر تھی۔

یہ مانا کہ اس کے استدلال میں کئی جھول اور تضادات ہیں لیکن اس کی تاریخی اہمیت غیر مشتبہ ہے اور اس کی مقبولیت کم نہیں ہوئی ہے۔ امریکی آزادی کا منشور تیار کرنے والوں نے ہزاروں میل دور رہتے ہوئے اٹھارہویں صدی ہی میں اس کے گہرے اثرات قبول کئے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے منشور میں روسو کی مختلف تحریروں سے اخذ کی ہوئی اصطلاحیں بھی استعمال کی تھیں۔

مزید برآں یہ روسو تھا جس کی تصانیف نے اہل فرانس کو نئے آدرش دیئے، آزادی کی اہمیت کا احساس دلایا اور زوال پذیر جاگیرداری، سیاسی اور سماجی نظام کو بدلنے کی ترغیب دی۔ بہت سے ناقدین آج بھی روسو کو اس دانشور کا درجہ دیتے ہیں جس نے عوام کو انقلاب فرانس کے لئے دوسروں سے زیادہ تخلیقی تحریک دی۔

آج دنیا بھر میں جمہوریت اور انسانی حقوق کا چرچا ہے اور روسو ان فلسفیوں، دانشوروں اور ادیبوں میں پیش پیش ہے جنہوں نے جدید سیاسی شعور اور اقدار کی تشکیل میں حصہ لیا تھا۔ اس کے خیالات نے جرمنی میں ہرڈر، شلر اور کانٹ کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا۔ انگلستان میں گارڈون اور ورڈز ورتھ اس کے زیر اثر آئے۔ یورپ کے دوسرے حصوں میں بھی انیسویں صدی کے فلسفیوں، ادیبوں، شاعروں اور ماہرین تعلیم پر اس کے گہرے

اثرات صاف طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

دور جدید کے بعض ماہرین عمرانیات روسو کو سماجی علوم کا پیش رو کا درجہ دینے پر آمادہ ہیں اور چند ایسے ہیں جو اس کو ان علوم کا بانی مانتے ہیں۔ ایک ممتاز سماجی سائنسدان ایمل درخیم ہم کو یقین دلاتا ہے کہ روسو نے دوسروں سے پہلے اس حقیقت کو واضح کر دیا تھا کہ حیوانی سطح سے اوپر اٹھنے کیلئے انسان کو لازمی طور پر فطری حالت سے دستبردار ہو کر سماجی زندگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ انسان کو حیوان سے ممتاز کرنے والی خصوصیت اس کی تکمیل پذیری ہے، لیکن تکمیل پذیری اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لئے انسان کو سماج کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سماج ہی ہے جو انسان کو بڑھنے اور پھولنے پھلنے کے مواقع مہیا کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب انسان سماجی زندگی میں داخل ہوتا ہے تو اس کو اپنی تکمیل کرنے کے مواقع میسر آتے ہیں۔ اس کے برخلاف فطرت کی حالت میں تکمیل پذیری کی صلاحیتیں محض امکان کی صورت میں موجود رہتی ہیں۔ مادری اور تہذیبی ارتقا کے ساتھ ساتھ سماج میں انسان کی اخلاقی اور روحانی نشوونما کا عمل شروع ہوتا ہے۔

بلاشبہ تکمیل پذیری کا عمل خطرے سے خالی نہیں۔ وہ اپنے جلو میں کئی خرابیاں بھی لاتا ہے۔ سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ آگے کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے سماج انسانوں کو ان فطری آزادی سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ روسو کی اہمیت یہ ہے کہ اس نے ہم کو بتایا کہ ایسے سماجی نظام کی تشکیل ممکن ہے جو انسانوں کی چھینی ہوئی آزادی کو واپس کر دے۔

روسو کے بارے میں ایک اور بات ذہن میں رکھنی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ ان فلسفیوں میں سے ایک تھا جو غیر معمولی شخصیت کے مالک ہوا کرتے ہیں۔ روسو کو خود بھی اس امر کا احساس تھا۔ ''اعترافات'' کے عنوان سے اپنی خودنوشت کا آغاز وہ ان الفاظ سے کرتا ہے کہ ''میں نے زندگی میں جن لوگوں کو دیکھا ہے، میں ان میں سے کسی ایک جیسا بھی نہیں ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میری قدر و قیمت ان سے زیادہ نہ ہو لیکن میں ان سب سے مختلف ضرور ہوں۔ قدرت نے مجھے بنانے کے بعد مجھے بنانے والا سانچہ توڑ کر اچھا کیا تھا یا برا؟ اس بات کا فیصلہ تو مجھے پڑھنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔''

اس کو پڑھنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کے تجربات نے اس کے فکر کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی زندگی اور فکر کو الگ الگ

نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی تشکیل میں حصہ لیتے ہیں۔ یہاں ہم مثال دینا چاہیں تو ایک نکتہ بالکل صاف طور پر ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ روسو نے اپنی کئی تحریروں میں سائنس اور علوم وفنون کی مذمت کی ہے اور ان کو تہذیب کی ترقی کے بجائے زوال کا سبب قرار دیا ہے۔ ہم بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ نکتہ چینی اس کے شخصی تجربے کے احساس سے پیدا ہوئی تھی، کیونکہ وہ دیکھتا تھا کہ اس کا اپنا علم اور ذہانت اخلاقی گراوٹ کا سبب بن گئی تھی۔ اس حوالے سے بعض نقادوں نے اشارہ کیا ہے اور ان کی یہ بات درست بھی ہوسکتی ہے کہ روسو کی فلسفیانہ بصیرت اس کے اپنے نفسیاتی مسائل کا نتیجہ تھی۔

روسو کی غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں، بصیرتوں اور شاندار تخیل کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ ہم کو یہ حقیقت قبول کرنے کے لئے بھی تیار رہنا ہوگا کہ اخلاقی اعتبار سے اس کی شخصیت بہت کمزور تھی۔ گویا اس میں ایک طرف بہت سی خوبیاں موجود تھیں تو دوسری طرف اس میں ایسی خامیاں بھی پائی جاتی تھیں جن کو معمولی قرار دے کر نظر انداز کرنا بہت مشکل ہے۔

معاصرین کی رائے اس کے بارے میں یہی تھی اور آج بھی اس کی شخصیت اور افکار کا مطالعہ کرنے والے یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ ایک نابغہ ہونے کے باوجود کمزور اور خام اخلاقی شخصیت کا مالک تھا۔

ممکن ہے کہ وقت کی گرد روسو کی کئی خامیاں کو ڈھانپ لیتی، مگر اپنی خودنوشت میں اس نے کم وبیش اپنی تمام خامیوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ یوں ان کی پردہ پوشی ممکن نہیں رہی۔ کبھی کبھی وہ اپنی خرابیوں کا جواز بھی دیتا ہے اور کبھی کبھی لگتا ہے کہ جیسے اس کو اپنی کوتاہیوں کے بیان میں لطف آتا تھا۔ چنانچہ وہ ان کا بڑھا چڑھا کر ذکر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اس کتاب میں ہم اس کی شخصیت کا جائزہ لیں گے اور افکار کا مطالعہ بھی کریں گے۔ یوں اس سے اچھے، برے، مضبوط اور کمزور پہلو ہمارے سامنے آئیں گے لیکن یاد رکھئے گا کہ یہ ایک تعارفی کتاب ہے۔ لہٰذا گہرائیوں میں اترنے کی بار بار ترغیب ملنے کے باوجود ہم سطح پر رہیں گے۔

MashalBooks.org

MashalBooks.org

ابتدائی زندگی

ژاں ژاں روسو کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ وہ فرانسیسی ادیب، فلسفی اور سیاسی نظریہ ساز تھا۔ یہ تاثر درست ہے اور غلط بھی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اس کا تعلق ایک فرانسیسی خاندان سے تھا۔ یہ خاندان 1529ء میں پیرس سے ہجرت کر کے جنیوا میں آباد ہو گیا تھا۔ ہجرت کا سبب صاف طور پر معلوم ہے اور وہ یہ کہ اس خاندان کے ایک بزرگ دادیئے روسو نے اپنا آبائی کیتھولک مذہب چھوڑ کر پروٹسٹنٹ عقیدہ قبول کر لیا تھا۔ اس زمانے میں یہ ایک نیا عقیدہ تھا۔ اس میں نئے عقیدوں جیسا جوش وخروش موجود تھا اور اس نے مسیحی دنیا میں ہلچل مچا رکھی تھی۔ فرانس کے لوگوں کی بھاری اکثریت کیتھولک تھی۔ اس کے قوانین اور سرکاری مذہب بھی کیتھولک تھا۔ یہ آج کے فرانس کی بات نہیں بلکہ سولہویں صدی کے فرانس کا قصہ ہے۔ تب وہاں فرقہ وارانہ نفرتیں اور کدورتیں شدید تھیں۔ جو لوگ نیا پروٹسٹنٹ عقیدہ قبول کر رہے تھے۔ ان پر ہر قسم کا ستم روا کھا جاتا تھا۔ ان سے نفرت کی جاتی تھی۔ ان کو بے دین اور شیطان کے چیلے سمجھا جاتا تھا۔

روسو کے بزرگوں نے آبائی مذہب سے ہٹ کر نیا عقیدہ قبول کیا تو اس سے ہم گمان کر سکتے ہیں کہ وہ عام لوگوں سے ذرا مختلف قسم کے لوگ ہوں گے اور ان میں بزرگوں کی راہ سے ہٹ کر نئے خیالات کو قبول کرنے کا حوصلہ ہوگا۔ خیر، اس تبدیلی کے بعد وہ اپنے شہر میں نہ رہ سکے۔ ان کو بالآخر وہاں سے نکل کر جنیوا کا رخ کرنا پڑا جو اس زمانے کے یورپ میں پناہ گزینوں کی جنت بنا ہوا تھا۔ خاص طور پر پروٹسٹنٹ لوگ یورپ کے بہت سے حصوں سے اپنے ہم وطنوں اور اپنی حکومتوں کے ہاتھوں تنگ آ کر جنیوا پہنچ رہے تھے۔ یوں سوئٹزرلینڈ کے اس چھوٹے سے شہر نے جو اس زمانے میں ایک الگ ریاست کی حیثیت رکھتا تھا، مسیحیت کی نئی تاویل کے مرکزی شہر کا مقام حاصلکر لیا۔ ویسے ہی جیسے روم مسیحیت کی روایتی تاویل کا شہر تھا۔

MashalBooks.org